پیراسلسے بیان پیدا ہوتے رہیں گے، مسلمانوں کو عقل و فکر انسانی کے اس عمل پر نظر رکھنی اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے" اسی طرح راقم الحروف کے لکچروں کو ایک کام کی صرف ابتدا سمجھنا چاہیئے۔ امید ہے کہ اس کے بعد بہت کچھ اور اس سے بہتر لکھا جائے گا۔

۲ر نومبر کو سہ پہر میں دو بجے کے قریب جہاز (BY AIR) پالم سے اُڑا اور تین بجے سے پہلے ہی، یعنی ایک گھنٹہ سے بھی پہلے سرینگر پہونچ گیا۔ ایرپورٹ پر اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ایک لکچرر موجود تھے، ایک ٹیکسی میں ان کے ساتھ سیدھا انسٹی ٹیوٹ آیا۔ یہاں پروفیسر آل احمد سرور مع اپنی بیگم کے، پروفیسر مسعود حسین خاں اور ڈاکٹر کبیر احمد جائسی (ریڈر) اور انسٹی ٹیوٹ کے دوسرے کارکن اور طلبا ر وطالبات موجود تھے، ان سب سے ملاقات ہوئی، انسٹی ٹیوٹ اور اس کے کا　کو دیکھا، اس کی عمر ابھی پانچ برس ہے۔ مگر اس کم سنی میں بھی اس نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ سزاوار تحسین و آفریں ہیں، اقبال اور اقبالیات پر توسیعی لکچروں اور آل انڈیا سیمناروں کا اہتمام کرنے کے علاوہ جو طلبا ریا طالبات یونیورسٹی سے　اقبال پر ریسرچ کر کے پی-ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کرنا چاہتے ہیں (اور اب ان کی تعداد بڑھ رہی ہے) انسٹی ٹیوٹ ان کی رہنمائی اور نگرانی اور ایم فل میں ان کے لیے لکچروں کا بندوبست بھی کرتا ہے، اساتذہ خود بھی کتابیں لکھ رہے ہیں۔ ایک وقیع اور ضخیم سہ ماہی مجلہ بھی "اقبالیات" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ ایک قلیل مدت میں لائبریری بھی اچھی خاصی ہوگئی ہے، انسٹی ٹیوٹ کے بند ہونے کا وقت ہوا تو میں یونیورسٹی کے گیسٹ ہاؤس میں آکر مقیم ہوگیا، میرے قیام و طعام وغیرہ کے انتظامات جائسی صاحب کے سپرد تھے، انھوں نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا، پھر میرا کمرہ پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب کے کمرہ سے ملا ہوا تھا، اس لیے اور سہولتوں اور دلچسپیوں کے علاوہ ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ روزانہ علی الصباح نہایت عمدہ اور مکلف بیڈ ٹی (BED TEA) ملتی رہی جس کو وہ خود بڑے اہتمام سے